عربی تفسیروں کے اردو تراجم، تعارف وتجزیہ

مولانا اشتیاق احمد (دیوبند)

"ترجمہ" مستقل ایک فن ہے، مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اس کی ضرورت واہمیت مسلم ہے، تراجم کی مختلف اصناف میں مذہبی تراجم سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، ایک سروے کے مطابق دنیا بھر کے من جملہ تراجم کی خدمات میں نصف سے زائد خدمات مذہبی تراجم پر مشتمل ہیں۔قرآنِ پاک کا ترجمہ سب سے پہلے لاطینی، پھر فرانسیسی اور پھر انگریزی میں ہوا، ایک سروے کے مطابق دنیا میں چھ ہزار پانچ سو (۶۵۰۰) زبانیں بولی جاتی ہیں، ان میں سے دوہزار تین سو پچپن (۲۳۵۵) زبانوں میں انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے اور مسلمان تجزیہ نگاروں کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کا ترجمہ دنیا کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے، اردو زبان آج سے چھ سات صدی پہلے وجود میں آئی، ترجمہ کی روایت اس میں دوسو سال بعد شروع ہوئی، اس زبان میں سب سے پہلے "تمہیداتِ عین القضاۃ" کا ترجمہ "تمہیداتِ ہمدانی" کے نام سے شاہ میراں جی خدانما نے ۱۶۰۳ء میں کیا، اردو زبان میں قرآنِ مجید کا سب سے پہلا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے ۱۷۷۶ء میں کیا، اس وقت اردو زبان کی نثر اچھی خاصی صاف، سادہ اور رواں ہو گئی تھی، لیکن وہ ترجمہ خاصا لفظی تھا، اس لیے ان کے حقیقی چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ۱۷۹۵ء میں اس وقت کی فصیح وبلیغ رائج ومستند ٹکسالی زبان میں دوسرا ترجمہ کیا، یہ ترجمہ اتنا عمدہ ٹھہرا کہ اس سے اہل علم مترجمین نے ترجمہ نویسی کے متعدد اصول وضع کیے۔(ان ساری باتوں کے حوالوں کے لیے ترجمہ نگاری اور ابلاغیات، ص:۱۷۶ تا ۱۸۰ (مطبوعہ: مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد) کو بھی دیکھا جا سکتا ہے) جب یہ ترجمہ بھی قدیم ہو گیا تو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے مالٹا کی جیل میں ان کو سامنے رکھ کر ایک عمدہ ترجمہ کیا اور اب اسلامی کتب خانوں میں محض اردو زبان میں قرآنِ کریم کے ترجموں کی تعداد ساٹھ سے زائد ہو چکی ہے، اور تفسیروں کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔

یہ حقیقت مسلم ہے کہ تفسیروں کا سب سے بڑا ذخیرہ عربی زبان میں ہے، یہی زبان دین اسلام کی صحیح اور مستند

ترجمان ہے، اردو زبان میں مذہب اسلام کا سب سے زیادہ حصہ اسی زبان سے منتقل ہوا ہے، راقم الحروف نے اپنے اس مقالے میں تفسیروں کے محض ان ترجموں کے تعارف کو موضوع بنایا ہے، جو براہِ راست عربی سے اردو میں کیے گئے ہیں۔ "بارہ تفسیروں" کے کل تیئس ترجمے میرے محدود استقراء میں آئے ہیں، ان میں سے صرف "پانچ تفسیریں" ایسی ہیں، جن کے ترجمے مکمل ہو سکے ہیں، بقیہ تفسیروں کے ترجمے اب تک تشنۂ تکمیل ہیں۔ الحمدللہ یہ سارے ترجمے علماء ہند کے ہیں، ان میں بھی چودہ ترجمے علماء دیوبند نے کیے ہیں، بقیہ کے بارے میں تحقیق نہ ہوسکی کہ وہ کس مکتبِ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، اُن ترجموں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ:...... اصولِ تفسیر میں قرآنِ کریم کے معانی کی وضاحت کے لیے مفسرین نے چھ ماخذ ذکر فرمائے ہیں:

(۱) آیات کی تفسیر آیات ہی سے ہو۔ (۲) آیات کی تفسیر صحیح احادیث سے ہو۔ (۳) آیات کو آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہ کی روشنی میں سمجھا جائے۔ (۴) آیات کو تابعین رحمہ اللہ کے ارشادات سے سمجھا جائے۔ (۵) لغتِ عربِ اولین سے بھی مرادِ الٰہی کی تعیین میں مدد ملتی ہے۔ (۶) آخری درجہ عقلِ سلیم اور فہمِ صحیح کا ہے۔

ان میں قرآن وحدیث کے بعد سب سے قابلِ اعتماد ماخذ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار ہیں، اس لئے کہ ہم تک دین کے پہنچنے کا سب سے اہم واسطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، انھوں نے ہی مشکوٰۃِ نبوت سے اولین مرحلے میں روشنی حاصل کی، اگر ان پر ہمارا اعتماد نہ رہا تو دین کا سارا دفتر بے اعتبار ہو جائیگا، نعوذ باللہ قرآن کی آیات بھی مشکوک ہو جائیں گی؛ اس لیے کہ یہ بھی انھیں کے واسطہ سے ہم تک پہنچی ہیں، یہی وجہ ہے کہ مفسرین نے آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑی اہمیت دی ہے، ان میں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا امتیاز مسلم ہے، یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، فہمِ آیات میں انھیں ایک خاص ذوق حاصل تھا، اور وہ دعائے نبوی کی برکت تھی (فتح الباری:۱/ ۱۷۰) آپ کو "ترجمانُ القرآن" کے مبارک لقب سے نوازا گیا (ابن مسعود رضی اللہ عنہ، مستدرکِ حاکم) آپ رضی اللہ عنہ میں سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم جمع تھے، ناچیز کے محدود علم میں دو ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں، جن کی تفسیری روایات اکٹھی کتابی شکل میں دستیاب ہیں، ایک تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس کے اردو ترجمہ سے بھی امت مستفید ہو رہی ہے، میرے علم میں ابھی تک "تفسیر ابن مسعود رضی اللہ عنہ" کا اردو ترجمہ نہیں ہوسکا ہے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مراتب:...... اس کے مؤلف علامہ ابوالطاہر محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم مجد الدین فیروز آبادی شیرازی، شافعی ہیں، (ولادت: ۷۲۹ھ مطابق ۱۳۲۹/ وفات: ۲۰/شوال ۸۱۷ھ مطابق ۳/جنوری ۱۴۱۵/) یہ جلیل القدر مفسر، محدث اور ادیب تھے، علمِ لغت میں اپنا ایک نمایاں مقام رکھتے تھے، علامہ

فیروزآبادی رحمہ اللہ نے دنیا کے مختلف ممالک کی سیاحت کی ہے، حرمین شریفین، ایشیائے کوچک، ترکی، قاہرہ کے علاوہ ہندوستان آنے کی تاریخ بھی ملتی ہے، ان کی تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) بصائر ذوالتمیز فی لطائف الکتاب العزیز، یہ قرآن مجید کی تفسیر ہے، چھ جلدوں پر مشتمل ہے، قاہرہ اور بیروت سے بارہا چھپ چکی ہے۔(۲) سفر السعادة یا الصراط المستقیم کے نام سے سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک مختصر مگر جامع تصنیف ہے۔(۳) صحیح بخاری کی ایک شرح کا ذکر بھی ان کے تراجم میں ملتا ہے، مگر وہ نایاب ہے۔(۴) علامہ زمخشری رحمہ اللہ کی کشاف کے خطبہ کی ایک مستقل شرح بھی تحریر فرمائی تھی۔(۵) البُلغہ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ: یہ کتاب بھی اہلِ علم کے نزدیک اہم اور مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔(۶) القاموس: یہ سب سے مشہور اور مفید ترین لغت ہے، محققین علماء اس پر اعتماد کرتے ہیں، سید مرتضیٰ زبیدی (وفات ۱۷۹۱ء) نے "تاج العروس" کے نام سے اس کی دس جلدوں میں شرح لکھی ہے۔(۷) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما: علامہ فیروزآبادی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیری روایات کو اکٹھا کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، اشاعت کے بعد سے ہی اس کی مقبولیت چہار دانگِ عالم میں پھیل گئی؛ اس لیے کہ آپ کی شخصیت بالاتفاق امت میں ترجمان القرآن کی حیثیت سے مسلم ہے، آپ کی تفسیر و روایت کی بہت سی خصوصیات ہیں، مثلاً:

(الف)......روایات اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے تفسیر قرآنی میں استفادہ کرتے تھے۔

(ب)......ان کی تفسیر سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیروں کا مظہرِ جمیل ہے؛ اس لیے کہ انہوں نے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم کو اکٹھا کر لیا تھا۔

(ج)......ان میں لغت، اشعار، محاورات، لہجات اور ایام و تاریخ سے استدلال؛ بلکہ ان کی دقیق اور مفید علمی بحث ہے۔

(د)......یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حزم و احتیاط کا نمونہ بھی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> اگر ان سے کوئی مسئلہ پوچھا تو سب سے پہلے آیات سے اس کا جواب دیتے، لیکن اگر کوئی حکم قرآنِ پاک میں واضح نہ ملتا تو حدیث و سنت کو بنیاد بناتے اور اگر قولِ نبی سے مسئلہ صراحتاً ثابت نہ ہوتا تو شیخین کے اقوال میں جواب تلاشتے تھے؛ لیکن اگر ان میں بھی جواب کی جانب اشارہ نہ پاتے تو اپنی رائے بیان فرماتے، اور اپنی رائے کے دلائل بھی اچھی طرح واضح فرمادیتے تھے۔(الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۱/۳۲۵)

(ھ)......علامہ ذہبی رحمہ اللہ کے بہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قرآنِ پاک کے اجمال کی تفصیل میں بعض جگہ انجیل سے بھی استفادہ کیا ہے، مگر بڑے ہی حزم و احتیاط کے ساتھ۔

(و)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے ایسے مسائل بھی سامنے آئے، جن کا واضح حکم قرآن

وحدیث میں نہیں تھا، ان میں سے بہت سے اہم مسائل کو آپ نے آیات سے مستنبط کیا، اس طرح کے مجتہدات بھی آپ رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔

(ز)......آپ رضی اللہ عنہ کی مرویات کی تعداد ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) یا ایک ہزار سات سو دس (۱۷۱۰) ہے، یہ ساری روایتیں بخاری شریف اور مسلم شریف کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں بھی ہیں، حدیث شریف کا کوئی بھی مجموعہ ایسا نہیں جس میں آپ رضی اللہ عنہ کی روایات درج نہ ہوں، کوئی مفسر آپ کے فہمِ قرآن سے بے اعتنائی نہیں کرسکتا، آپ کے اقوال کا بہت بڑا ذخیرہ "جامع البیان فی تفسیر القرآن" میں ہے، یہ علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ (۲۲۴ھ تا ۳۱۰ھ) کی مرتب کردہ ہے، یہ تفسیر کے ذخیرہ میں سب سے پہلی اور مفصل کتاب ہے۔

یہ قیمتی ذخیرہ آٹھویں صدی تک مختلف کتابوں میں منتشر تھا، اللہ تعالیٰ نے علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ کو توفیق بخشی اور انھوں نے ان مرویات کو ایک جگہ جمع فرما کر امت پر احسان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کی جزا عنایت فرمائیں (آمین)

تفسیر ابن عباس کی اسنادی حیثیت:......حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے تفسیری افادات دنیا میں ہر طرف پھیلے، حرمین شریفین کے علاوہ عراق، دمشق اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ ہی کے شاگردوں نے آپ کی روایات، بلکہ فن تفسیر کو عروج بخشا، مشہور تلامذہ درج ذیل ہیں:

حضرت سعید بن جبیر، امام مجاہد بن جبر، امام ضحاک بن علی بن ابی طلحہ، مقاتل بن سلیمان اور حضرت عکرمہ وغیرہ۔

(تلخیص از عرض مترجم، مع ترجمہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ، ص: ۲۳)

حضرت ترجمانُ القرآن رضی اللہ عنہ کی روایات اِنھیں شاگردوں سے تفسیر اور حدیث کی کتابوں میں مروی ہیں، کتبِ ستہ کے علاوہ مسند احمد، مسند ابوداؤد طیالسی، مسند شافعی، مسند حمیدی، معجم طبرانی، سنن دارمی، سنن دارقطنی اور المنتقی لابن جارود وغیرہ میں بھی کتاب التفسیر میں کثرت سے روایات ملتی ہیں، اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو خلافِ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، اس طرح کی موضوع اور الحاقی روایات کو صحیح اور مستند روایات سے الگ کرنا ضروری ہے؛ لیکن اتفاق سے اب تک یہ کام نہیں ہوسکا ہے، رہا یہ مجموعہ جس کو علامہ فیروز آبادی رحمہ اللہ نے ترتیب دیا ہے، وہ ایک ہی سند پر مشتمل ہے، جو محدثین ومفسرین کے نزدیک نہایت کمزور اور ناقابلِ اعتماد ہے؛ البتہ مقاصدِ شریعت اور درایت ومعانی کے لحاظ سے ذکر کردہ باتیں اکثر قابلِ اعتماد ہیں، ضرورت ہے کہ تحقیق کے کام کو کوئی محقق عالم انجام دے، جس کی نظر احادیث ورجال پر ہو، نیز مضامینِ قرآن اور تفسیرِ آیات سے اچھی خاصی مناسبت ہو، وباللہ التوفیق!

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نسخے:......اس تفسیر کے درج ذیل نسخے موجود ہیں:

(الف) ایک قلمی نسخہ مخطوطہ کی شکل میں پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں ہے۔ (ب) ۱۳۱۴ھ میں مصر سے "دُرِ منثور"

کے حاشیہ پر شائع ہوئی۔(ج)۱۳۱۶ھ میں علاحدہ طور پر مصر سے ہی شائع ہوئی۔(د)۱۲۸۵ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے "ترجمہ قرآن مجید" کے ساتھ شائع ہوئی۔(ھ)اس کے بعد حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے "ترجمہ قرآن مجید" کے حاشیہ پر شائع ہوئی۔(مستفاد: ازعرض مترجم، تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ، ص:۷)

لبابُ المنقول فی أسباب النزول:...... تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) کی مشہور و معروف کتاب "لباب المنقول فی اسباب النزول" بھی مطبوع و مترجم ہے، "شانِ نزول" کے موضوع پر یہ بڑی قابلِ اعتماد کتاب ہے، اس میں حدیث، اصولِ حدیث اور اصولِ درایت نصوص کو سامنے رکھ کر روایات کی تلخیص کی گئی ہے، شروع میں قدرے تفصیل سے مقدمہ لکھا ہے، اس میں شانِ نزول کی اہمیت، روایات کے درمیان ترجیح کے اصول، ائمہ کے اقوال اور اپنے طرزِ تلخیص کو بڑے عمدہ انداز میں بیان فرمایا ہے، غرض یہ کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اسبابِ نزول والی روایات کی سندوں کی اچھی طرح چھان بین کی ہے، راویوں کے سلسلے میں یہ بھی تحقیق کی ہے کہ کون سے راوی مذکورہ واقعہ کے وقت موجود تھے اور کون سے نہیں؟ اور آیا وہ اعلیٰ درجہ کے مفسر تھے یا نہیں؟ خود انھوں نے یہ بھی وضاحت فرمائی ہے کہ میں نے اختصار کے پیشِ نظر سندوں کو بیان کرنے کے بجائے، اس کتاب کا حوالہ دے دیا ہے، جس میں وہ روایت مذکور ہے؛ تاکہ قاری خود بھی تحقیق کر سکے، اسی طرح اپنے پیش رو مصنف علامہ واحدی رحمہ اللہ کے بیان کردہ مباحث کو بھی "ک" کے رمز کے ساتھ اس تصنیف میں شامل فرمالیا ہے، متعارض روایات کے درمیان دفعِ تعارض کی بھی کوشش کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ "لبابُ النقول" میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایات بہت زیادہ ہیں، لبابُ المنقول کی جامعیت اور مذکورہ بالا خصوصیات کی وجہ سے امت نے اسے قبول کیا ہے۔

"لبابُ المنقول" کا اردو ترجمہ:...... تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ "لبابُ النقول" کی طباعت چوں کہ عربی زبان میں ایک ساتھ عمل میں آئی تھی؛ اس لیے ترجمہ میں بھی اس کو الگ نہیں کیا گیا:

(الف) مولانا عابد الرحمن صدیقی رحمہ اللہ کے ترجمہ میں بھی لباب المنقول کا ترجمہ ہے۔(ب) اور حافظ محمد سعید احمد عاطف نے بھی اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

جس طرح "تفسیر" میں پہلے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرویات نقل کی گئی ہیں؛ پھر اس آیت سے متعلق شانِ نزول کی روایت اگر موجود ہے تو اس کو ذکر کیا ہے؛ اسی طرح ترجمہ میں بھی پہلے آیات کا ترجمہ ہے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا، اس کے بعد علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی "لباب المنقول" کا ترجمہ ہے، لباب النقول کے ترجمہ سے پہلے ہر جگہ "شانِ نزول" اور آیت کا ابتدائی ٹکڑا عنوان کے طور پر لکھا گیا ہے، اور جہاں پر بات پوری ہوئی ہے، وہاں قوسین کے درمیان "لباب المنقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی رحمہ اللہ" درج ہے، البتہ بعض جگہوں پر بین القوسین والی عبارت کتابت سے رہ گئی ہے۔

تفسیر ابن عباس کے اردو تراجم:......علامہ ابو طاہر فیروز آبادی رحمہ اللہ کی جمع کردہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے دو ترجمے نظر نواز ہوئے:

(الف) ایک کے مترجم پروفیسر حافظ محمد سعید احمد عاطف ہیں، ان کا آبائی وطن بالاکوٹ (پاکستان) ہے۔

(ب) دوسرے کے مترجم حضرت مولانا عابد الرحمن صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس ترجمہ کو پہلے ۱۹۷۰ء میں "کلام پبنی کراچی" نے شائع کیا۔ اوّل الذکر مترجم نے آخر الذکر مترجم کے ترجمہ سے خصوصی استفادہ کیا ہے، جس کی صراحت انھوں نے "عرضِ مترجم" (ص:۸) میں کی ہے، دونوں مترجمین میں سے کسی کے شخصی احوال معلوم نہ ہوسکے؛ اس لیے یہ تعارف رقم نہیں کرسکتا۔

(ج) ایک اور ترجمہ کا ذکر بھی اول الذکر مترجم نے کیا ہے، یہ ۱۹۲۶/ میں آگرہ سے شائع ہوا ہے (عرضِ جم، ص:۸)

راقم الحروف کے خیال میں یہی اولین ترجمہ ہے، لیکن یہ ترجمہ دریافت نہ ہوسکا، اور نہ ہی اس کی مزید تفصیلات معلوم ہوسکیں۔

ترجمہ پروفیسر حافظ محمد سعید احمد عاطف:......۲۰۰۶ء میں "اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی" نے اس ترجمہ کو شائع کیا، یہ تین جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد کے صفحات کی تعداد پانچ سو پینتیس (۵۳۵) ہے، دوسری جلد چار سو چونسٹھ (۴۶۴) اور تیسری پانچ سو چار (۵۰۴) صفحات پر مشتمل ہے، صفحات کی کل تعداد پندرہ سو تین ہے، قیمت چھ سو پچھتّر (۶۷۵) روپے درج ہے۔

اس نسخہ میں کتابتِ قرآن کی تصحیح کی سند مع مہر تیسری جلد کے اخیر میں درج ہے، اوپر دائیں کالم میں آیات اور بائیں کالم میں مولانا فتح محمد جالندھری رحمہ اللہ کا ترجمہ قرآن ہے، ترجمہ کی زبان سلیس اور بامحاورہ ہے۔

تفسیر کا ترجمہ لفظی نہیں، بلکہ آزاد کیا گیا ہے، اکثر جگہوں پر لفظ دو لفظ کے اضافہ کو بھی گوارا کیا گیا ہے، تاکہ اردو خواں حلقہ کو ترجمہ پن کا احساس نہ ہو، اسی طرح ہر آیت کی تفسیر سے پہلے اس کا نمبر بھی دے دیا گیا ہے، تاکہ مقارنہ میں آسانی ہو، "لباب النقول" کے شانِ نزول کو بھی آیت نمبر کی تعیین کے بعد لکھا گیا ہے اور اہم بات یہ ہے کہ دیوبند سے چھپے ہوئے ترجمہ کو سامنے رکھ کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے، اس سے استفادہ کی صراحت خود مترجم نے کی ہے (ص:۸)

اس ترجمہ میں پہلے "نقشِ اول" کے نام سے "عرضِ ناشر" ہے، اس میں تفسیر اور اس کے جامع ومرتب کے ساتھ ترجمہ کی ضرورت بیان کی گئی ہے، ساتھ ہی مترجم ومعاونین کا شکریہ ادا کیا گیا ہے، پھر چار صفحات پر مشتمل عرضِ مترجم ہے، اس میں قرآنِ پاک، ترجمہ وتفسیر، سیرت نبوی اور آثارِ صحابہ وغیرہ کی اہمیت بیان کی گئی ہے، "تنویر المقباس" کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا گیا ہے، اس کے مخطوطہ اور مطبوعہ نسخوں کی تفصیلات درج کی گئی ہیں، ساتھ ہی اس کے دو اردو ترجمے کا ذکر بھی ہے، پھر مترجم نے اپنے ترجمے کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں، اس کے بعد پندرہ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ

ہے، اس میں ترجمانُ القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی زندگی کو کافی تفصیل سے پیش کیا گیا ہے، نام ونسب، حلیہ، شوقِ علم، دعائے نبوی کا فیضان، حیرت انگیز ذہانت، علم کے لئے اسفار، علومِ اسلامی سے عمومی اور علومِ قرآنی سے خصوصی دلچسپی، طرزِ تفسیر اور مرویات کی تعداد وغیرہ بھی بیان کی گئی ہے، اس کے بعد دو مضمون ہے، ایک میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تعارف اور مختصر احوال ذکر کئے گئے ہیں، دوسرے میں علامہ ابوالطاہر فیروزآبادی رحمہ اللہ مؤلف تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا تعارف دو صفحات میں مرقوم ہے۔

ان سب کے بعد ترجمہ کی ابتداء کی گئی ہے، سب سے پہلے علامہ سیوطی کی "لباب النقول" کا مقدمہ ہے، پھر "تنویر المقباس" کا مقدمہ ہے، آخر الذکر مقدمہ میں حمد وصلوٰۃ کے بعد تفسیر کے سلسلۂ سند کو بیان کیا گیا ہے، اس کے بعد بسم اللہ کی تفسیر سے کتاب شروع ہوئی ہے، ترجمہ کی کتابت کمپیوٹر کے ذریعہ کی گئی ہے، تصحیح کے کافی جتن کے باوجود غلطیاں رہ گئی ہیں، اس ترجمہ میں سورتوں کی فہرست تو دی گئی ہے، لیکن فہرستِ مضامین نہیں ہے، اگر اس کے ساتھ فہرست مضامین بھی ہوتی تو اس کا افادہ کثیر اور آسان ہوتا، اس لئے کہ آج کل پوری پوری کتاب پڑھ ڈالنے کا مزاج علماء میں بھی ختم ہوتا نظر آرہا ہے تو عوام سے کس طرح اس کی امید کی جائے؟ غرض یہ کہ اردو میں ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ عوام ہی زیادہ پڑھے گی، ان کے لئے فہرست ہوتی تو اور بھی اچھا ہوتا، ان سب کے باوجود ترجمہ کا کام ٹھیک ہے، طباعت اور کاغذ وغیرہ عمدہ ہے، ٹائٹل بھی دیدہ زیب ہے۔

ترجمہ مولانا عابد الرحمن صدیقی رحمہ اللہ: ......تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا دوسرا ترجمہ حضرت مولانا عابدالرحمن صاحب صدیقی رحمہ اللہ کا ہے، اس ترجمہ میں بھی علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی "لباب النقول فی اسباب النزول" شامل ہے، اس کی اشاعت دیوبند کے "ادارہ درسِ قرآن" نے کی ہے، ترجمہ نہایت عمدہ اور سلیس ہے، اصل متن کی مکمل تصویر ترجمہ میں جھلکتی ہے، اردو کے محاورات اور روزمروں کے استعمال سے زبان کافی معیاری بن گئی ہے، ثقیل اور مشکل الفاظ سے حددرجہ احتراز کیا ہے، اس میں آیات کے ترجمے کے لیے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ترجمہ کو منتخب کیا گیا ہے، اس سے قاری کا اعتماد اور زیادہ ہوجاتا ہے، آیات کو قدرے جلی خط میں لکھا گیا ہے، پھر اس کے نیچے لکیریں کھینچ کر اردو ترجمہ قدرے باریک خط میں دیا گیا ہے، فقہ کی روشنی میں ترجمہ چھاپنے کا یہ طریقہ مستحسن اور بہتر بھی ہے۔

اس ترجمہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ دارالعلوم دیوبند کے دو عظیم مفتیانِ کرام کی نظر سے گذرا ہوا ہے ایک حضرت مفتی کفیل الرحمن صاحب نشاط عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دوسرے حضرت الاستاذ مفتی محمد ظفیر الدین صاحب رحمہ اللہ ہیں، یہ دونوں حضرات "دارالافتاء" کے بڑے قابلِ اعتماد مفتی تھے، دونوں حضرات اس دنیائے فانی سے دارالبقاء کی طرف کوچ فرماچکے ہیں، اللھم اغفر لھما

......جاری ہے......